تنزیل و تاویل

سورۂ فاتحہ

(از جناب مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی)

اس سورہ کو فاتحۃ الکتاب اور فاتحۃ القرآن بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ کتاب الہٰی کا آغاز اسی سورہ سے ہوتا ہے۔ اس کا ایک نام ام الکتاب بھی ہے یعنی تمام کتاب الہٰی کا خلاصہ اور اجمال۔

جن باتوں کی طرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اشارات کیے گئے ہیں ان کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ سورۂ فاتحہ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں صفات الہیہ کو بیان فرمایا اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے احوال آخرت کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے مباحث نبوت و رسالت، ایمان اور کفر، سعادت اور شقاوت، ہدایت اور ضلالت کے فرق کی طرف اشارہ فرمایا۔

تمام قرآن انہی مضامین کی تفصیل ہے جو سورۂ فاتحہ میں اجمالاً ذکر فرمائے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے اس سورت کا نام ام الکتاب ہے۔ اور چونکہ کتاب الہٰی کی ہر سورۃ انہی مضامین ثلاثہ کی تفصیل ہے، جو اجمالاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں درج ہیں، اس لیے ہر سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ کا لکھنا اور پڑھنا مسنون ہوا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حقیقی ستائش اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے

(۱) جو فعل علم، اختیار، قدرت اور ارادہ سے صادر ہو اسکی واقعی خوبی بیان کرنے کو "حمد" کہتے ہیں۔ مدح میں نہ فعل کا اختیاری ہونا ضروری ہے اور نہ اس خوبی کا واقعی ہونا لازمی۔ اس وجہ سے مدح کسی وقت ممنوع بھی ہوجاتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے :۔

احثوا التراب فی وجوہ المداحین مدح کرنے والوں کے منہ پر خاک ڈال دو

مگر حمد سے کسی وقت منع نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ اس میں واقعی خوبی کا اظہار ہوتا ہے۔

بعض علماء نے تعریف حمد سے قید اختیار کو حذف کردیا ہے اس لیے کہ اس قید کے ہوتے ہوئے حق تعالیٰ شانہ کی صفات ذاتیہ کی ثنا کو حمد کہنا دشوار ہوگا کیونکہ صفات ذاتیہ مثل علم و قدرت حق تعالیٰ شانہ کے افعال اختیاری نہیں ہیں۔ لیکن یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ یہ صفات اگرچہ غیر اختیاری ہیں مگر ان کے ثمرات ضرور اختیاری ہیں۔

حمد اور مدح میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ حمد انہیں صفات کمال پر ہوسکتی ہے، جن کا صفات کمال ہونا قطعی اور یقینی ہو اور ان میں کسی قسم کے نقص کا شائبہ بھی نہ ہو۔ بخلاف مدح کے کہ اس میں نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صفت قطعاً اور یقیناً صفت کمال ہو، ظناً بھی صفت کمال ہو تو مدح کے لیے کافی ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صفت کمال شائبہ نقص سے پاک ہو، بلکہ اگر اسمیں کچھ نقص بھی ہو تب بھی مدح ہوسکتی ہے۔

نیز حمد میں یہ ضروری ہے کہ محاسن و کمالات کا ذکر محبت اور اجلال کے ساتھ ہو اور مدح میں یہ ضروری نہیں۔ مطلقاً محاسن اور کمالات کے بیان کرنے کو خواہ وہ محبت اور اجلال سے ہو یا نہ ہو مدح کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ لفظ حمد سے جو تعظیم و تفخیم مترشح ہوتی ہے وہ لفظ مدح سے نہیں ہوتی اس لیے حمد کا اکثر اطلاق اُس غنی حمید ہی پر ہوتا ہے۔

حمد کے بعد سب سے پہلے اسم ذات کو ذکر فرمایا اور اُس کے بعد اسماء صفات و افعال کو تاکہ ذاتاً اور صفۃً ہر طرح سے اس کا مستحق حمد و ثنا ہونا معلوم ہوجائے۔

(۲) ربوبیت بمعنی پرورش کرنا اور کسی شئی کو بتدریج حد کمال تک پہنچانا - اگرچہ والدین سے بھی یہ فعل ظہور میں آتا ہے - کما قال تعالیٰ

قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا - کہہ کہ پروردگار! ماں اور باپ پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے مجھ کو بچپن میں پرورش کیا -

مگر والدین کی ربوبیت نور آفتاب کی طرح اصلی اور ذاتی اور خانہ زاد نہیں بلکہ نور زمین کی طرح مستعار اور عطاء غیر ہے - جس طرح نور زمین آفتاب کا فیض اور عطیہ ہے، اسی طرح والدین کی تربیت بھی عطیہ الٰہی ہے نیز حقیقی تربیت جب ہو سکتی ہے کہ کسی شئی کو نیست سے ہست کیا جائے، پھر اس کے تمام اسباب تربیت کو پیدا کیا جائے اور پیدا کرنے کے بعد انتفاع کے تمام موانع دور کر دئے جائیں - تب تربیت مکمل ہو سکتی ہے - والدین اولاد کی تربیت کرتے ہیں مگر نہ اولاد ان کی مخلوق ہے - اور نہ وہ سامان تربیت کے خالق ہیں بلکہ سب کا سب خدا ہی کا پیدا کیا ہوا ہے نیز والدین کی تربیت چند اشخاص کے ساتھ مخصوص ہے، تمام عالم کے لیے عام اور محیط نہیں پس قابل ستایش وہی ربوبیت ہو سکتی ہے جو اصلی اور ذاتی ہو مستعار اور عطاء غیر نہ ہو - ہر طرح سے کامل اور مکمل ہو کسی قسم کا اس میں نقص نہ ہو - تمام عالمین کے لیے عام اور محیط ہو اس لیے ارشاد ہوا کہ :- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ - یعنی حقیقی ستایش خدا تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہے، جس کی ربوبیت اصلی اور ذاتی اور کامل ہونے کے علاوہ تمام جہانوں کے لیے عام اور محیط ہے - اسی وجہ سے جب فرعون نے کہا کہ :-

وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کیا چیز ہے

تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا :-

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وہ جو تمام آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین کی مخلوقات کا پروردگار ہے -

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد کے بعد شاید فرعون کو یہ تردد ہوا ہو کہ تربیت کرنا صرف ذات

خداوندی میں منحصر کر دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہم والدین اور آفتاب اور ماہتاب کی تربیتوں کا بھی روزانہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، اس لیے موسیٰ علیہ السلام دوبارہ جواب کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ — وہ رب ہی تمہارا اور تمہارے اگلے آباء واجداد کا

یعنی تمہارے آباء واجداد کی تربیت اصلی اور ذاتی نہیں، بلکہ عطیہ الٰہی ہے، تمہارا اور تمہارے تمام آباء اولین کا حقیقی رب اور پروردگار وہی ہے۔ اور تیسری بار فرمایا:۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ۔ — وہ رب ہے مشرق اور مغرب کا اور ان کے درمیان کا اگر تم کچھ عقل رکھتے ہو۔

یعنی آفتاب اور ماہتاب کو اپنی کھیتیوں کا مربی سمجھنا غلط ہے اس لیئے کہ خود آفتاب و ماہتاب اور ان کے نور کو اسی رب العالمین نے پیدا کیا ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا — وہی ہے جس نے سورج کو چمکتا ہوا اور چاند کو روشن بنایا۔

اگر وہ رب العالمین آفتاب کو ضیاء اور ماہتاب کو نور نہ عطا فرماتا تو پھر آفتاب و ماہتاب کس طرح کھیتیاں پکا سکتے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ وَرَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

حضرات صوفیہ کرام قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ ارواح کے کانوں میں سب سے پہلے وصف ربوبیت ہی کا نغمہ دلفزا پہونچا ہے۔ اور پہلے اسی وصف سے انھوں نے خدا کو پہچانا ہے۔ كما قال تعالىٰ

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ — جب اللہ نے اولاد آدم کی پیٹھوں سے انکی ذریت کو نکالا اور ان کے اوپر خود ان ہی کو گواہ بنایا، پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ ان سب نے کہا ہاں۔

حق تعالیٰ شانہ نے سب سے پہلے اسی اسم رب کے ساتھ ارواح کو مخاطب کیا اور اسی نام سے ان سے

عہد اور میثاق لیا۔ بظاہر یہی وجہ ہوگی کہ سب سے پہلے نبی یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء و مرسلین اور عباد مخلصین کی جو دعائیں حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائی ہیں وہ اکثر و بیشتر کلمہ ربنا سے وارد ہوئی ہیں اور ایک مقام پر (ربنا اننا سمعنا منادیا الخ) کلمہ ربنا سے دعا کرنے والوں کو اولوالالباب فرمایا ہے۔

(۳) عالم اس چیز کو کہتے ہیں جس سے خالق کا علم حاصل ہوتا ہو۔ عالم علامت سے مشتق ہے۔ عالم کو عالم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ علامت ہے اسماء الٰہی اور صفات خداوندی کی۔ عالم میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اسی کے کسی اسم کا مظہر اور آئینہ ہے۔ مومن و کافر اسکی شان انعام اور انتقام کے مظہر ہیں۔ صاحب عزت اور صاحب ذلت اسکی شان تعز من تشاء وتذل من تشاء کی تجلی گاہ ہیں۔ عالم غیب اور عالم شہادۃ اس کے نام نامی ہوالظاہر والباطن کے لئے آئینہ ہیں۔

الرحمٰن الرحیم

مہربان، رحم کرنے والا

عجب نہیں کہ بسم اللہ میں وہ شان رحمت مراد ہو جو تکوین اور تربیت عالم کے لیے باعث ہوئی۔ اور سورہ فاتحہ میں الرحمٰن سے وہ رحمت مراد ہو جو خاص حالت تربیت میں مبذول ہوتی ہے۔ اگر یہ رحمت روک لی جائے تو تربیت اور پرورش ناممکن ہو جائے۔ اور الرحیم سے وہ رحمت مراد ہو، جو تربیت اور پرورش کے بعد جزاء اور سزا کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ اسلئے کہ تربیت اور تکمیل کے بعد آثار اور ثمرات کا نہ مرتب ہونا اس تربیت کے ضائع کرنے کے مرادف ہے۔ کھیتی پکجانے کے بعد اگر اس پر درانتی نہ چلائی، گندم اور بھوسہ الگ الگ نہ کیا، تو گویا اس کھیتی کو ضائع کر دیا۔ اسی طرح اگر اس عالم کی تربیت ختم ہوجانے کے بعد مومن اور کافر، سعید اور شقی کو جدا جدا نہ کیا جائے تو عالم کی تربیت کا ضائع اور بیکار ہونا لازم آئے گا۔ آئندہ آیت یعنی مالک یوم الدین میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تکرار اسکی رحمت کے مکرر اور مضاعف ہونے کی طرف مشیر ہے، لیکن اس لیے کہ رحمت کی یہ فراوانی کہیں بندوں کو مغرور نہ بنا دے، مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کا اضافہ فرمایا۔ تاکہ رغبت کے ساتھ رہبت کا ضروری ہونا معلوم ہو جائے۔ جیسے غافر الذنب وقابل التوب کے بعد شدید العقاب کی صفت کو ذکر فرمایا"

عجب نہیں کہ الرحمٰن الرحیم کا مالک یوم الدین سے پہلے ذکر کرنا سبقت رحمتی علی غضبی کی جانب مشیر ہو۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

روز جزا کا مالک

بعض قراتوں میں مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ آیا ہے یعنی روز جزا کا بادشاہ۔ مالکیت اور ملکیت کے لیے یوم جزا کو اس لیے خاص کیا گیا کہ اوسکے جلال وجمال کا علی وجہ الاتم ظہور عالم کے ہر فرد کے لیے آن واحد میں اسی روز ہو گا۔ (باقی)

مراۃ المثنوی

جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے رکن دار الترجمہ

مثنوی مولانا روم

کا بہترین ایڈیشن جس میں مثنوی شریف کے منتشر مضامین کو ایک سلسلہ کے ساتھ اس طور پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے مدعا اور انکی تعلیم کو بڑی آسانی سے سمجھتا چلا جاتا ہے کئی انڈکس اور فہرستیں بھی ہیں جن کی مدد سے آپ حسب منشا جو شعر چاہیں نکال سکتے ہیں۔ ایک بسیط فرہنگ بھی ملحق ہے۔ غرض اس کتاب نے مثنوی شریف سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایسی سہولت مہیا کر دی ہے کہ ہر شخص بڑی آسانی سے کتاب کے مطالب پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت بہترین جلد نہایت اعلیٰ قیمت عه انگریزی لعه سکہ عثمانیہ

دفتر ترجمان القرآن سے طلب فرمائیے!